ایمان خالص

قسط دوم

ہر چہ کرد آں آشنا کرد

ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی رحمہ اللہ علیہ

فہرست

مضمون — صفحہ نمبر

۱۔	ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء	۲
۲۔	بخاری کارد اور عبداللہ بن عمرو بن حرامؓ اور عمر بن الخطابؓ کا واقعہ	۷
۳۔	اِنہٗ بقی لک عمر لم تستکملۂ فلو استکملت اتیت منزلک	۹
۴۔	شہداء کا مقام اور زندگی	۱۰
۵۔	اللّٰھم الرفیق الاعلیٰ	۱۲
۶۔	شریعت جعفریہ کا عقیدہ	۱۳
۷۔	عرضِ اعمال علی رسول اللہ	۱۴
۸۔	اعادۃ الروح فی القبر کا عقیدہ اور اس کارد	۱۶
۹۔	انّ لِلّٰہ ملائکۃ سیاحین	۲۰
۱۰۔	ردّ اللہ علیّ روحی	۲۲
۱۱۔	من صلّٰی علیّ عند قبری	۲۴
۱۲۔	قلیبِ بدر کا واقعہ	۲۵
۱۳۔	وفاتِ نبویؐ	۲۶
۱۴۔	قرع النعال	۲۹
۱۵۔	امام احمد بن حنبل کا عقیدہ	۳۱
۱۶۔	امام ابوحنیفہ کا عقیدہ	۳۱
۱۷۔	ابن تیمیہ کا عقیدہ	۳۳
۱۸۔	مُردوں پر زندوں کے اعمال کا پیش کیا جانا	۳۵
۱۹۔	ابن کثیر کا عقیدہ	۳۶
۲۰۔	ابن قیم اور ابن عبدالبر کا عقیدہ	۳۶
۲۱۔	بخاری کارد	۳۷
۲۲۔	ابن کثیر کا ''یا'' سے استدلال	۳۸
۲۳۔	ابن تیمیہ کا عائشہؓ پر فتویٰ	۳۹

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ نَحۡمَدُہٗ وَنَسۡتَعِیۡنُہٗ وَنَسۡتَغۡفِرُہٗ وَنُؤۡمِنُ بِہٖ وَنَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا وَمِنۡ سَیِّئَاتِ اَعۡمَالِنَا مَنۡ یَّھۡدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنۡ یُّضۡلِلۡہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَاَشۡھَدُ اَنۡ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشۡھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ ؕ

امابعد، اللہ کالاکھ لاکھ شکر کہ آج اس ملت کے اندر عقیدہ کا مسئلہ علماء کے دو گروہوں کے درمیان اختلافی مسئلہ بنا ہوا ہے۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ ''روح'' نکل جانے کے بعد سوال وجواب کے وقت قبر کے اندر مُردہ جسم میں واپس آجاتی ہے اور اِس طرح مرنے والا قبر میں پھر زندہ ہوجاتا ہے، آوازوں کو سنتا اور زائرین کو پہچانتا ہے اُن کی آمد سے خوش ہوتا ہے۔ سلام کا جواب دیتا ہے اور اُن کے لئے دُعائیں کرتا ہے۔ بعض کا کہنا یہ بھی ہے کہ اپنے گھر والوں کے اعمال سے باخبر بھی رکھا جاتا ہے۔ اُن کے اچھے کاموں پر مسرور ہوکر اللہ سے اُن کے لئے استقامت اور بُرے کاموں پر اُن کے لئے ہدایت کی دُعا کرتا ہے۔ علماء کا یہ گروہِ عظیم اپنی اس بات کے ثبوت کے لئے بہت سی روائتیں پیش کرتا ہے، جن میں اس کی سب سے مضبوط روایت یہ ہے:-

حدثنا عبداللہ حدثنی أبی ثنا حسین بن علی الجعفی عن عبد الرحمن بن یزید بن جابر عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس بن ابی اوس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من افضل ایامکم یوم الجمعۃ فیہ خلق آدم وفیہ قبض وفیہ النفخۃ وفیہ الصعقۃ فاکثروا علی من الصلاۃ فیہ فان صلاتکم معروضۃ علی فقالوا یارسول اللہ وکیف تعرض علیک صلاتنا وقد أرمت یعنی وقد بلیت قال ان اللہ عزوجل حرم علی الارض أن تأکل أجساد الانبیاء صلوات اللہ علیہم

(فوٹو: مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۸، ابوداؤد صفحہ ۱۵۰، جلد ۱، نسائی صفحہ ۱۵۴ جلد ۱)

ترجمہ: امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں کہ ہم سے روایت بیان کی حسین بن علی الجعفی نے اور اُنہوں نے عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر سے اور انہوں نے ابوالاشعث الصنعانی سے اور اُنہوں نے اوس بن ابی اوسؓ سے۔ اُنہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے دنوں میں افضل دن جمعہ کا دن ہے کیونکہ اُسی دن آدم پیدا کئے گئے اور اُسی روز اُن کی وفات ہوئی اور اُسی روز ''النفخۃ'' اور ''الصعقۃ'' ہوگا۔ پس اس دن مجھ پر کثرت کے ساتھ درود پڑھو۔ حقیقی بات یہ ہے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے صحابہؓ نے کہا کہ ہمارا درود اس وقت کیسے پیش کیا جائے گا جب آپ کا جسم ریزہ ریزہ ہوگیا ہوگا۔ یعنی وفات کے بعد بوسیدہ ہو چکا ہوگا۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم الصلوٰت کے جسموں کو کھائے۔

(مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۸، ابوداؤد صفحہ ۱۵۰ جلد ۱، نسائی صفحہ ۱۵۴ جلد ۱)

اس روایت کے پیش کرنے کے بعد یہ علماء کہتے ہیں کہ یہ بالکل صحیح روایت ہے کیونکہ حسین بن علی الجعفی، عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر اور ابوالاشعث الصنعانی ثقہ راوی ہیں۔اَوس بن ابی اَوسؓ کا پوچھنا ہی کیا وہ تو صحابی ہیں۔ثابت ہوگیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ''روح'' آپ کے جسد مبارک میں واپس آ گئی ہے اور آپؐ کو پھر سے حیات مل گئی ہے ورنہ درود کے پیش کئے جانے کا مقصد فوت ہو جائیگا۔اس طرح سے یہ روایت تین باتوں کو واضح طور پر بیان کرتی ہے:۔(۱) ''جسد'' مبارک کا اپنی دُنیاوی حالت پر برقرار رہنا۔(۲) ''روح'' کا واپس آ جانا اور قیامت تک کے لئے آپؐ کا مدینہ والی قبر میں زندہ رہنا۔(۳) ''درود'' کے اعمال کا پیش کیا جانا خاص طور پر جمعہ کے دن۔اور اعمال کے پیش کئے جانے سے کوئی فائدہ نہیں اگر حیات اور شعور نہ ہو۔

کہا جاتا ہے کہ علماء کے اس گروہ میں سلف کے بڑے بڑے آئمہ حضرات مثلاً امام احمد بن حنبل، امام ابن تیمیہ، ابن قیمؒ، ابن کثیر، ابن حجر عسقلانی وغیرہ شامل ہیں۔

دوسرا گروہِ علماء جو موت کے بعد قیامت سے پہلے دُنیاوی حیات اور سماع کا انکاری ہے کہتا ہے کہ یہ روایت نہ تو قرآن کے ارشادات کے مطابق ہی ہے اور نہ صحیح حدیث کے۔خود یہ روایت بھی صحیح نہیں بلکہ منکر روایت ہے۔قرآن میں اللہ تعالیٰ ہر جگہ یہی فرماتا ہے کہ مرنے کے بعد کسی فرد بشر میں جان کی رمق تک باقی نہیں رہتی۔اس میں یہ شعور کہاں کہ دُنیا والوں کی باتوں کا ادراک کر سکے۔اپنی بات کو واضح کرنے کے لئے وہ قرآن کی اس آیت کو پیش کرتے ہیں:۔

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿٢٠﴾

اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿٢١﴾ (سورۃ النحل آیۃ ۲۰-۲۱)

ترجمہ: اور اللہ کے علاوہ، وہ دوسری ہستیاں جن کو لوگ (حاجت روائی) کے لئے پکارتے ہیں وہ کسی چیز کی بھی خالق نہیں ہیں بلکہ خود مخلوق ہیں۔موت کے بعد وہ بالکل مردہ ہیں اُن میں جان کی رمق تک باقی نہیں ہے۔اُنہیں اپنے متعلق بھی یہ تک معلوم نہیں کہ وہ کب (دوبارہ زندہ کر کے) اُٹھائے جائیں گے۔ (النحل آیت ۲۰-۲۱)

اس ارشاد میں کسی کا کوئی استثنٰی نہیں، نہ انبیاء کا اور نہ اولیاء کا۔اور جب وفات کے بعد کسی میں بھی جان کی ایک رمق تک باقی نہیں رہتی پھر حیات، سماع اور عرضِ اعمال کا اثبات کیسا۔کتنے انبیاء ایسے ہیں جن کو حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لئے پکارا گیا ہے اگر انبیاء کی کوئی خصوصیت ہوتی تو اللہ تعالیٰ ضرور اُس کو بیان کر دیتا اور اس طرح عام اعلان نہ کرتا کہ کسی مرنے والے میں بھی جان کی رمق تک باقی نہیں رہتی۔

قرآن کی ان آیات کے مقابلہ میں ایک ایسی روایت کو پیش کرنا جو ضعیف ہی نہیں بلکہ منکر روایت ہے مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ اس روایت کو جو ایک عظیم گروہِ علماء نے صحیح سمجھ لیا وہ دراصل اس کے ظاہر سے دھوکہ کھا گئے۔ وہ یہ سمجھے کہ حسین بن علی الجعفی نے جو عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر کا نام لیا ہے وہ درست ہے اور چونکہ یہ راوی ثقہ ہے اس لئے حدیث بھی صحیح ہے۔ بھلا ہو امام بخاری کا کہ اُنہوں نے سب سے پہلے خبردار کیا کہ قرآن کے خلاف بیان کی جانے والی اس روایت میں ثقہ راوی عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر نہیں بلکہ عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم ہے جو منکر الحدیث ہے۔ حسین بن علی الجعفی سے بھول ہوگئی ہے اور وہ عبدالرحمٰن کے دادا کا نام تمیم کے بجائے جابر بیان کر گئے۔ امام بخاری اس بات کے بیان کے لئے التاریخ الکبیر اور التاریخ الصغیر میں حسب ذیل مضمون لائے ہیں:۔

عبد الرحمن بن يزيد بن تميم السلمى الشامى عن مكحول، سمع منه الوليد بن مسلم، عنده مناكير، ويقال هو الذى روى عنه اهل الكوفة ابو أسامة و حسين فقالوا: عبد الرحمن بن يزيد ابن جابر.

(فوٹو: صفحہ ۳۶۵ التاریخ الکبیر قسم ا ج ۳، للبخاری المجلد ۵)

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم السلمی الشامی نے مکحول سے روایت کی ہے اور اس سے سنا الولید بن مسلم نے۔ اس کی روایتوں میں منکر روایتیں پائی جاتی ہیں، کہا جاتا ہے کہ یہی وہ شخص ہے جس سے اہل کوفہ، ابواُسامہ اور حسین (بن علی الجعفی) نے روایتیں بیان کی ہیں اور اُس کا نام عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم لینے کے بجائے عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر کہہ گئے ہیں۔

(ترجمہ صفحہ ۳۶۵ التاریخ الکبیر قسم ا جلد ۳، مصنفہ امام بخاری)

امام بخاری اپنی رجال کی دوسری کتاب ''التاریخ الصغیر'' میں اس بات کو یوں لائے ہیں:

قال الوليد، كان لعبد الرحمن، كتاب سمعه، وكتاب آخر لم يسمعه، وأما أهل الكوفة فرووا عن عبد الرحمن بن يزيد بن جابر، وهو ابن يزيد بن تميم، ليس بابن جابر، وابن تميم منكر الحديث،

(فوٹو: صفحہ ۱۷۵ التاریخ الصغیر مطبوعہ المکتبۃ الاثریۃ، مصنفہ امام بخاری)

ترجمہ: الولید نے کہا کہ عبدالرحمٰن (بن یزید بن جابر) کی ایک کتاب تھی جس کو انہوں نے سن کر لکھا تھا اور ایک دوسری کتاب تھی جس کی روایتوں کو انہوں نے خود نہیں سنا تھا لیکن اہل کوفہ (ابواُسامہ اور حسین بن علی الجعفی) نے اپنی روایتوں میں عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر کہا ہے حالانکہ جس سے انہوں نے منکر روایتیں کی ہیں وہ (عبدالرحمٰن) ابن یزید بن تمیم تھا۔ عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر نہیں تھا۔ اور ابن تمیم والا عبدالرحمٰن منکر الحدیث ہے۔

(صفحہ ۱۷۵ التاریخ الصغیر مطبوعہ المکتبۃ الاثریۃ، مصنفہ امام بخاری)

اس سلسلہ میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حسین بن علی الجعفی کے ساتھی ابو اُسامہ (حماد بن اُسامہ) نے دیدہ دانستہ تغافل برتا ہے یہ جانتے ہوئے کہ جس سے وہ روایت کر رہا ہے وہ عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر نہیں بلکہ عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم ہے۔ قال یعقوب و کانی رأیت ابن نمیر یتھم اباامامة انه علم ذالک وتغافل۔ (تہذیب التہذیب جلد۶ صفحہ ۲۹۵۔۲۹۶، ترجمہ عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم)

یہی ابو اُسامہ وہ راوی ہے جس سے امام احمد نے حدثنا کہہ کر یہ روایت بیان کی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں جب سے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ دفن کئے گئے اُس وقت سے عائشہ رضی اللہ عنہا پوری طرح سر ڈھانپ کر جایا کرتی تھیں کیونکہ عمر رضی اللہ عنہ جو اُن کے محرم نہ تھے ان سے انہیں شرم آتی تھی۔

اس روایت کو بھی حیات فی القبر کی دلیل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

ہر چند کہ امام بخاری نے ہوشیار کر دیا کہ حسین بن علی الجعفی کی اس بھول نے منکر روایت کو صحیح بنا دیا ہے مگر لوگوں کی طرف سے اس بات کو قبولیت کا شرف عطا نہ کیا گیا۔

امام بخاری کا منکر الحدیث کی روایت کے متعلق فیصلہ یہ ہے کہ منکر الحدیث کی روایت بیان کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

قال الذهبي : قال البخاري : « من قلت فيه منكر الحديث فلا تحل رواية حديثه »

(فوٹو: صفحہ ۲۱۷ سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ، ناصر الدین الالبانی)

ترجمہ: الذہبی کہتے ہیں کہ البخاری کا قول ہے کہ جس کے بارے میں یہ کہوں کہ وہ 'منکر الحدیث' ہے اُس کی روایت بیان کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

(صفحہ ۲۱۷ سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ، ناصر الدین الالبانی)

بہر حال امام بخاری نے ثابت کر دیا کہ وہ روایت جس میں اِن الله حرم علی الارض اَن تاکل اَجساد الْاَنبِیَاءِ (اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے) والی روایت صحیح نہیں بلکہ منکر روایت ہے اور منکر روایت کا بیان کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ یہی بات امام رازی نے اپنی کتاب ''علل الحدیث'' میں لکھی ہے:

٦٠. سمعت أبي يقول عبد الرحمن بن يزيد بن جابر لا أعلم أحداً من أهل العراق يحدّث عنه والذي عندي أن الذي يروي عنه أبو أسامة وحسين الجعفي واحدٌ وهو عبد الرحمن بن يزيد بن تميم لأن أبا أسامة روى عن عبد الرحمن بن يزيد عن القسم عن أبي أمامة خمسة أحاديث أو ستة أحاديث منكرة لا يحتمل أن يحدث عبد الرحمن ابن يزيد بن جابر مثله ولا أعلم أحدا من أهل الشام روى عن ابن جابر من هذه الاحاديث شيئا. وأما حسين الجعفي فانه روى عن عبد الرحمن بن يزيد بن جابر عن أبي الاشعث عن أوس بن أوس عن النبي ﷺ في يوم الجمعة أنه قال «أفضل الايام يوم الجمعة فيه الصعقة وفيه النفخة وفيه كذا» وهو حديث منكر لا أعلم أحداً رواه غير حسين الجعفي. وأما عبد الرحمن بن يزيد بن تميم فهو ضعيف الحديث وعبد الرحمن بن يزيد بن جابر ثقة

(فوٹو: علل الحدیث صفحہ ۱۹۷ جلد ا، مصنفہ عبدالرحمٰن بن ابی حاتم الرازی)

ترجمہ: عبدالرحمٰن رازی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ مجھے علم نہیں کہ عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر سے کسی عراقی نے حدیث روایت کی ہے اور میرے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ ابواُسامہ اور حسین الجعفی (کوفی، عراقی) نے جس سے روایت کی ہے وہ ایک ہی شخص عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم ہے کیونکہ ابواُسامہ نے عبدالرحمٰن بن یزید عن القسم عن ابی اُمامہ کی سند سے پانچ یا چھ منکر روایتیں بیان کی ہیں جو عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر جیسا (ثقہ) راوی بیان ہی نہیں کرسکتا۔ اور مجھے معلوم نہیں کہ عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر سے کسی شامی راوی نے اِن منکر روایات میں سے کچھ بھی بیان کیا ہے۔ اور یہ جو حسین بن علی الجعفی نے عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر سے اور انہوں نے ابوالاشعث الصنعانی سے اور اُنہوں نے اوس بن اوسؓ اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جمعہ کے بارے میں یہ روایت بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا سب سے افضل دن جمعہ کا دن ہے اور اسی روز صعقہ اور نفخہ اور یہ اور یہ ہوگا۔ یہ روایت منکر ہے اور مجھے معلوم نہیں کہ حسین الجعفی کے علاوہ کسی اور نے بھی اس کو بیان کیا ہے۔ رہا عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم تو وہ ضعیف الحدیث ہے اور عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر ثقہ ہے۔

(علل الحدیث صفحہ ۱۹۷، مصنفہ عبدالرحمٰن بن ابی حاتم الرازی)

بخاری کی مختصر بات کو رازی نے کھول کر بیان کر دیا اور ساتھ ساتھ الجرح والتعدیل میں یہی بات یوں لائے:

فالذی یحدث عنه ابو اسامة لیس هو ابن جابر
هو عبد الرحمن بن یزید بن تمیم ۔ نا عبد الرحمن قال سألت ابی عن
عبد الرحمن بن یزید بن تمیم فقال: عنده مناکیر، یقال هو الذی روی
عنه ابو اسامة و حسین الجعفی و قالا (٥) هو [ابن - ٦] یزید بن جابر
و غلطا فی نسبه، و یزید بن تمیم، اصح وهو ضعیف الحدیث ۔ ثنا عبدالرحمن
قال سألت ابا زرعة عن عبد الرحمن بن یزید بن تمیم فقال: ضعیف الحدیث ۔

(فوٹو: صفحہ ۳۰۰، ۳۰۱، المجلد ۵، کتاب الجرح والتعدیل، للرازی)

ترجمہ: پس وہ راوی جس سے ابواُسامہ نے روایت کی تھی ابن جابر (عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر) نہیں بلکہ وہ عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم ہے۔ عبدالرحمن نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم کے بارے میں پوچھا تو اُنہوں نے فرمایا کہ اُس کی بہت سی منکر روایات ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ وہی وہ راوی ہیں جس سے ابواُسامۃ اور حسین الجعفی نے روایتیں بیان کی ہیں اور وہ دونوں یہ کہہ گئے کہ وہ ابن یزید بن جابر ہے ان دونوں نے اُس کے (عبدالرحمٰن کے) نسب میں غلطی کی (یزید ابن جابر کے بجائے) یزید بن تمیم زیادہ صحیح ہے اور وہ (ابن تمیم) ضعیف الحدیث ہے۔ عبدالرحمٰن نے کہا کہ میں نے ابوزرعۃ سے عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم کے بارے میں پوچھا تو اُنہوں نے اُسے ضعیف الحدیث کہا

(المجلد ۵، صفحہ ۳۰۰، ۳۰۱ کتاب الجرح والتعدیل، مصنفہ عبدالرحمٰن بن ابی حاتم الرازی)

رہے امام بخاری تو انہوں نے صرف یہی نہیں کہ اس روایت کو ''منکر'' ثابت کیا ہے بلکہ اس روایت سے جو جو نتائج نکالے جاسکتے ہیں ان سب کا صحیح احادیث کے ذریعہ مقابلہ کیا ہے مثلاً اس روایت سے انبیاء علیہم السلام کی یہ خصوصیت نکلتی ہوئی معلوم ہوتی ہے کہ ان کے جسموں کو مٹی نہیں کھاتی۔ امام بخاری نے ثابت کیا کہ ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ عبداللہ بن عمرو بن حرامؓ شہید اُحد اور عمر بن خطابؓ کے جسم چھ مہینے اور ۶۳ سال کے بعد صحیح وسالم پائے گئے اور دیکھنے والوں نے اپنی آنکھوں سے انہیں دیکھا لیکن ان میں حیات کا شائبہ تک نہ تھا اور نہ وہ دوبارہ دفن نہ کئے جاتے۔

۱۔ عبداللہ بن عمرو بن حرامؓ کا جسم

حدثنا مسدد قال حدثنا بشر بن المفضل قال حدثنا حسین المعلم عن عطاء عن جابر قال
لما حضر احد دعانی ابی من اللیل فقال ما اُرانی الا مقتولاً فی اول من یقتل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وانی لا اترک
بعدی اعز علی منک غیر نفس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وان علی دیناً فاقض واستوص باخواتک خیراً فاصبحنا فکان
اول قتیل ودفنت معه آخر فی قبره ثم لم تطب نفسی ان اترکه مع آخر فاستخرجته بعد ستة اشهر فاذا هو
کیوم وضعته هنیة غیر اذنه

(فوٹو)

ترجمہ: جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب جنگ اُحد کا موقع آیا تو میرے باپ (عبداللہ بن عمرو بن حرامؓ) نے مجھے رات اپنے پاس بلایا اور کہا کہ مجھے ایسا نظر آتا ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن صحابیوں میں شامل ہوں گا جو سب سے پہلے شہید ہوں گے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تم ہی مجھے سب سے زیادہ عزیز ہو جس کو میں پیچھے چھوڑوں گا۔ مجھ پر قرض ہے اس کو ادا کر دینا اور اپنی بہنوں کا خیال رکھنا، پھر ہم نے صبح کی اور وہ پہلے شہید تھے۔ اُن کے ساتھ ایک اور صاحب کو بھی ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا لیکن مجھ کو اچھا نہ لگا کہ وہ ایک قبر میں دوسرے کے ساتھ دفن رہیں۔ میں نے انہیں چھ مہینہ بعد اس قبر سے نکالا (اور دوسری جگہ دفن کیا)۔ میں نے دیکھا کہ وہ بالکل اسی طرح تھے جیسے انہیں دفن کیا گیا تھا صرف ایک کان میں معمولی سا تغیر آیا تھا۔ (صفحہ ۱۸۰، جلد ۱، صحیح بخاری، مطبوعہ دہلی)

۲۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا جسم

حدثنا فروة، قال حدثنا عليُّ بن مُسهِر عن هشام بن عُروة عن ابيه، لمّا سقط عليهم الحائط في زمان الوليد بن عبد الملك اخذوا في بنائه، فبدت لهم قدمٌ ففزعوا وظنوا انها قدمُ النبي صلى الله عليه وسلم فما وجدوا احدًا يعلم ذلك حتّى قال لهم عُروة لا والله ما هي قدم النبي صلى الله عليه وسلم ما هي الا قدمُ عمر (فوٹو)

ترجمہ: ہشام بن عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب ولید بن عبدالملک کے زمانہ (۸۷ھ) میں (حجرۂ عائشہؓ) کی دیوار گر گئی اور اس کی تعمیر شروع کی گئی تو ایک پیر کھل گیا اور لوگوں پر خوف طاری ہو گیا۔ اُنہوں نے گمان کیا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیر ہے کوئی عالم ایسا نہ مل سکا جو اس پیر کے بارے میں اُنہیں صحیح رائے دے سکتا۔ یہاں تک کہ عروۃ بن الزبیرؓ نے کہا کہ نہیں۔ اللہ کی قسم یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیر نہیں ہے بلکہ یہ عمر رضی اللہ عنہ کا پیر ہے۔

(ترجمہ عبارت: صفحہ ۱۸۶، جلد ۱، صحیح بخاری، مطبوعہ دہلی)

امام بخاری نے اس طرح ثابت کیا کہ جب انبیاء کے علاوہ غیر انبیاء کے جسم بھی صحیح وسالم ملے ہیں تو اس بات کو انبیاء کے جسموں کی خصوصیت بتانا درست نہیں۔ بات اتنی ہی نہیں کہ یہ منکر روایت صرف جسم کی حفاظت کا اِدّعا کرتی ہے بلکہ یہ تو اسی جسم میں رُوح کے لوٹائے جانے کے بعد حیات دنیوی پر اصرار کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر کے اندر زندہ کر دکھاتی ہے امام بخاری اس بات کے رَد کے لئے حسب ذیل حدیث لا کر ثابت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ نہیں بلکہ جنت کے اعلیٰ ترین مقام پر زندہ ہیں۔ اس طویل حدیث کا آخری حصہ یہ ہے:۔

قلتُ طوّفتمانی اللیلۃ

فاخبرانی عما رأیتُ قالا نعم اما الذی رأیتہ یُشق شدقہ فکذاب یُحدّث بالکذبۃ فتحمل عنہ حتی تبلغ الآفاق فیصنع

بہ الی یوم القیمۃ والذی رأیتہ یُشدخ رأسُہ فرجل علّمہ اللہ القرآن فنام عنہ باللیل ولم یعمل فیہ بالنہار یُفعل بہٖ

الی یوم القیمۃ والذی رأیتہ فی النقب فہم الزناۃ والذی رأیتہ فی النہر آکلوا الربوا والشیخ الذی فی اصل الشجرۃ

ابراھیم والصبیان حولہ فاولاد الناس والذی یوقد النار مالک خازن النار والدار الاولی التی دخلت دار

عامۃ المؤمنین واما ھذہ الدار فدار الشہداء وانا جبرئیل وھذا میکائیل فارفع رأسک فرفعت رأسی فاذا فوقی

مثل السحاب قالا ذلک منزلک فقلت دعانی ادخل منزلی قالا انہ بقی لک عمر لم تستکملہ فلو استکملت اتیت منزلک

(فوٹو)

ترجمہ: (نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ) میں نے کہا کہ تم دونوں مجھے رات بھر گھماتے پھراتے رہے۔ اب بتاؤ کہ میں نے جو کچھ دیکھا وہ سب ہے کیا؟ دونوں نے کہا۔ بہتر۔ وہ شخص جس کو آپ نے دیکھا کہ اُس کے گال پھاڑے جا رہے ہیں وہ کذاب تھا۔ جھوٹی بات بیان کرتا تھا اور اس بات کو لوگ لے اڑتے تھے یہاں تک کہ ہر طرف اس کا چرچا ہوتا تھا۔ تو اُس کے ساتھ جو آپ نے ہوتے دیکھا ہے وہ قیامت تک ہوتا رہیگا اور جس کو آپ نے دیکھا کہ اس کا سر کچلا جا رہا تھا یہ وہ شخص تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم دیا تھا لیکن وہ راتوں کو قرآن سے غافل سوتا رہا اور دن کو اُس کے مطابق عمل نہ کیا۔ یہ عمل قیامت تک اُس کے ساتھ ہوتا رہے گا اور جن کو آپ نے سوراخ میں دیکھا تھا وہ زناکار تھے اور جس کو آپ نے دریا میں دیکھا وہ سود خور تھا اور وہ شیخ جو درخت کی جڑ کے پاس تھے وہ ابراہیم علیہ السلام تھے اور بچے جو اُن کے اردگرد تھے وہ انسانوں کی اولاد تھے اور جو آگ بھڑکا رہے تھے وہ مالک داروغہ جہنم تھے اور وہ پہلا گھر جس میں آپ داخل ہوئے تھے وہ عام مومنین کا گھر تھا اور یہ گھر شہداء کے گھر ہیں اور میں جبرئیل ہوں اور یہ میرے ساتھی میکائیل ہیں۔ ذرا اپنا سر اُوپر تو اُٹھائیے۔ میں نے اپنا سر اُٹھایا تو میں نے اپنے سر کے اوپر ایک بادل سا دیکھا۔ ان دونوں نے کہا کہ یہ آپ کا مقام ہے۔ میں نے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے) کہا کہ مجھے چھوڑو کہ میں اپنے گھر میں داخل ہو جاؤں۔ اُن دونوں نے کہا کہ ابھی آپؐ کی عمر کا کچھ حصہ باقی ہے۔ جس کو آپ نے پورا نہیں کیا اگر آپ اُس کو پورا کر لیں تو اپنے اس گھر میں آ جائیں گے۔

(ترجمہ عبارت صفحہ ۱۸۵ صحیح بخاری جلد ا مطبوعہ دہلی)

اس طرح امام بخاری نے ثابت کر دکھایا کہ وفات کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم عائشہؓ کے حجرہ والی قبر میں نہیں بلکہ جنت کے سب سے اچھے گھر میں زندہ ہیں۔ عجیب بات ہے کہ حدیث کے اس آخری جملہ کی تشریح ابن حجر عسقلانی، مصنف ''فتح الباری'' نے مناسب نہ سمجھی۔

اِسی طرح شہداءِ بدر و اُحد اور بئر معونہ والے اللہ کی کتاب کے بموجب جنت الفردوس میں اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور اللہ کی طرف سے اُنہیں رزق بھی عطا کیا جا رہا ہے۔ ثبوت میں حسب ذیل حدیث لائے۔

بَابُ فَضْلِ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا

حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ أُصِيبَ حَارِثَةُ يَوْمَ بَدْرٍ وَهُوَ غُلَامٌ فَجَاءَتْ أُمُّهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدْ عَرَفْتَ مَنْزِلَةَ حَارِثَةَ مِنِّي فَإِنْ يَكُنْ فِي الْجَنَّةِ أَصْبِرْ وَأَحْتَسِبْ وَإِنْ تَكُ الْأُخْرَى تَرَى مَا أَصْنَعُ فَقَالَ وَيْحَكِ أَوَهَبِلْتِ أَوَجَنَّةٌ وَاحِدَةٌ هِيَ إِنَّهَا جِنَانٌ كَثِيرَةٌ وَإِنَّهُ فِي جَنَّةِ الْفِرْدَوْسِ۔ (فوٹو)

ترجمہ: ۹۔ باب : غزوۂ بدر کے شریک کی فضیلت

حُمید کہتے ہیں کہ میں نے انسؓ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ حارثہؓ (ابن سُراقہ) جنگ بدر کے دن شہید ہو گئے اور وہ ابھی نوجوان تھے۔ اُن کی ماں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور اُنہوں نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ حارثہ میرے لئے کیا تھا۔ اگر وہ جنت میں ہے تو صبر کروں گی اور ثواب جان کر۔ اور اگر کسی دوسری جگہ ہے تو آپ دیکھیں گے کہ میں کیا کرتی ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں ہو کیا گیا ہے، کیا تم سمجھتی ہو کہ جنت ایک ہی ہے، جنتوں کی تعداد کی تو کثرت ہے اور تمہارا بیٹا (حارثہ) تو جنت الفردوس میں ہے۔

(ترجمہ عبارت: صفحہ ۵۶۷، الصحیح البخاری، جلد ۲ مطبوعہ دہلی)

اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم، شہداء اور سارے انسان اگر رُوح کے پلٹ آنے کے بعد اپنی اپنی دُنیاوی قبروں میں زندہ ہیں تو جنت میں کیسے زندہ ہو سکتے ہیں۔ رہی یہ بات کہ جنتوں میں زندگی کس جسم کے ساتھ ہے تو اس کی تفصیل امام مسلم نے بیان کی ہے:۔

حدثنا یحیی بن یحیی وابو بکر بن ابی شیبة کلاهما عن ابی معاویة ح قال وحدثنا اسحاق بن ابراهیم قال انا جریر وعیسی بن یونس جمیعا عن الاعمش ح قال وحدثنا محمد بن عبد الله بن نمیر واللفظ له قال ثنا اسباط وابو معویة قالا ثنا الاعمش عن عبد الله بن مرة عن مسروق قال سالنا عبد الله عن هذه الآیة ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل الله امواتا بل احیاء عند ربهم یرزقون قال اما انا قد سالنا عن ذلک فقال ارواحهم فی جوف طیر خضر لها قنادیل معلقة بالعرش تسرح من الجنة حیث شاءت ثم تاوی الی تلک القنادیل فاطلع الیهم ربهم اطلاعة فقال هل تشتهون شیئا قالوا ای شیء نشتهی ونحن نسرح من الجنة حیث شئنا ففعل ذلک بهم ثلاث مرات فلما راوا انهم لن یترکوا من ان یسألوا قالوا یا رب نرید ان ترد ارواحنا فی اجسادنا حتی نقتل فی سبیلک مرة اخری فلما رای ان لیس لهم حاجة ترکوا۔ حدثنا۔ (فوٹو)

ترجمہ:۔۔۔۔مسروقؒ نے کہا کہ ہم نے عبداللہؓ بن مسعود سے قرآن کی اس آیت:۔
وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ﴿١٦٩﴾ کے بارے میں پوچھا تو اُنہوں نے ارشاد فرمایا کہ ہم لوگوں نے اِس آیت کے بارے میں رسول اللہؐ سے دریافت کیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ شہداء کی روحیں سبز اُڑنے والے قالبوں میں ہیں اور اُن کے لئے قندیلیں عرشِ الٰہی سے لٹکی ہوئی ہیں۔ وہ جنت میں جہاں چاہے گھومتے پھرتے ہیں اور پھر ان قندیلوں میں آ کر بسیرا کرتے ہیں۔ان کی طرف اُن کے رب نے جھانکا اور ارشاد فرمایا کہ کسی اور چیز کی تمہیں خواہش ہے۔شہداء نے جواب دیا کہ اب ہم کس چیز کی خواہش کر سکتے ہیں، جب ہمارا حال یہ ہے کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں مزے کریں۔اللہ تعالیٰ نے اس طرح تین۳ بار ان سے یہی دریافت کیا اور شہداء نے دیکھا کہ جب تک وہ کسی خواہش کا اظہار نہ کریں گے اُن کا رب اُن سے برابر پوچھتا رہے گا تو انہوں نے کہا کہ مالک ہماری تمنا یہ ہے کہ ہماری روحوں کو پھر ہمارے جسموں میں واپس لوٹا دیا جائے اور ہم دوسری بار تیری راہ میں شہید کئے جائیں۔اب کہ مالک نے دیکھ لیا کہ اُنہیں کسی اور چیز کی خواہش نہیں ہے تو پھر اُن سے پوچھنا چھوڑ دیا۔

(ترجمہ عبارت صفحہ ۱۳۵۔۱۳۶ مسلم جلد ۲۔ مطبوعہ دہلی)

امام مسلم نے یہ حدیث لا کر بہت سی باتیں بیان کر دیں۔

۱۔ شہید کو نیا، اُڑنے والا جسم ملتا ہے جس میں اُس کی روح ڈال دی جاتی ہے اور وہ اس جسم کے ساتھ جنت کے مزوں میں خوش وخرم رہتا ہے۔

۲۔ شہید کا مالک اپنے عرش کے اُوپر سے اس پر التفات خسروانہ فرمانے کے بعد گفتگو بھی کرتا ہے، اور اپنی خواہشات اور تمناؤں کے اظہار پر اصرار بھی۔مگر جب وہ یہ آرزو کرتا ہے کہ اُس کی روح کو اُس کے دنیاوی جسم میں واپس لوٹا دیا جائے تا کہ وہ ایک بار پھر اُس کی راہ میں جہاد کر کے شہادت کی سعادت مندی حاصل کرے تو اس کا مالک اپنی سنت کو نہیں بدلتا اور اُس کی اِس خواہش کو بھی پورا نہیں کرتا جس کے اظہار کا خود اُس نے اس سے بار بار تقاضہ کیا تھا۔

۳۔ شہید جنت میں زندہ بھی ہے اور اپنے مالک کے پاس کھاتا پیتا بھی۔

بخاری اور مسلم کی ان حدیثوں سے کیا یہ نہیں نکلتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنت کے اعلیٰ ترین مقام پر سارے شہیدوں سے کہیں بلند وبالا بہترین برزخی جسم کے ساتھ زندہ ہیں اور شہداء بھی نئے جسموں کے ساتھ جنت میں خوش وخرم زندگی گزار رہے ہیں۔آخر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حجرۂ عائشہؓ والی قبر میں زندگی پر اصرار کیوں ہے؟

بخاری اپنی بات کی مزید تاکید کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری دُعا یوں لائے ہیں:۔

بابُ دُعاء النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم الرّفیق الاعلی حدثنا
سعید بن عُفیر قال حدثنی اللیث قال حدثنی عُقیل عن ابن شہاب قال اخبرنی سعید بن المسیّب
وعروۃ بن الزبیر فی رجالٍ من اھل العلم ان عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول وھو صحیحٌ
لم یُقبض نبیٌّ قطّ حتی یُری مقعدہ من الجنۃ ثم یُخیّر فلما نُزِل بہ ورأسہ علی فخذی
غُشی علیہ ساعۃً ثم افاق فاشخص بصرہ الی السقف ثم قال اللھم الرّفیقُ الاعلی قلتُ اِذًا
لا یختارُنا وعلمتُ انّہ الحدیثُ الّذی کان یحدّثنا وھو صحیح قالت فکانت تلک اٰخر کلمۃٍ تکلّم بھا
اللھم الرفیق الاعلٰی (فوٹو)

ترجمہ: **باب : نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا۔ اللھمَّ الرفیقَ الأعلیٰ**

۔۔۔۔سعید بن مسیّبؒ اور عروۃ بن الزبیرؒ اور بہت سے اہل علم بیان کرتے ہیں کہ عائشہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تندرستی کے زمانہ میں فرمایا کرتے تھے کہ کسی نبی کو کبھی بھی وفات نہیں دی جاتی جب تک اُسے جنت میں اُس کا مقام دکھا نہیں دیا جاتا۔ مقام دکھا دئے جانے کے بعد اُس کو انتخاب کا موقع دیا جاتا ہے مقام دکھا دئے جانے کے بعد اُس کو انتخاب کا موقع دیا جاتا ہے (کہ چاہے تو دُنیا کے خزانوں کی کنجیاں لے کر دُنیا میں رہے اور چاہے تو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ترجیح دے) پس جب آپ کا آخری وقت آیا اور اس حال میں کہ آپ کا سر میرے زانو پر تھا آپؐ کو تھوڑی دیر کے لئے غش آ گیا۔ پھر آپؐ ہوش میں آئے اور نگاہیں اوپر چھت کی طرف گاڑ دیں اور کہا ''اللھمّ الرفیق الاعلیٰ '' (اے مالک الرفیق الاعلیٰ) پس میں نے کہا یہ کہنے کے بعد اب آپؐ ہم دُنیا والوں (کی رفاقت) کو اختیار نہ کریں گے۔ میں نے جان لیا کہ جو بات آپؐ فرمایا کرتے تھے اُس کے صحیح ثابت ہونے کا وقت آ گیا۔

عائشہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری کلمہ جس کے بعد آپؐ نے کوئی بات نہ کی یہی کلمہ اللّٰھم الرفیقَ الاعلیٰ تھا۔ (ترجمہ عبارت: بخاری صفحہ ۹۳۹، جلد ۲، مطبوعہ دہلی)

ان ساری حدیثوں نے بتلا دیا کہ سچی بات یہ ہے کہ جو شخص بھی وفات پا جاتا ہے اُس کو حسب حیثیت ایک برزخی جسم ملتا ہے جس میں اس کی رُوح کو ڈال دیا جاتا ہے اور اس جسم اور روح کے مجموعہ پر سوال و جواب اور عذاب و ثواب کے سارے حالات گذرتے ہیں اور یہی اس کی اصلی قبر بنتی ہے قرآن اور صحیح احادیث کا بیان تو یہ ہے مگر کچھ دوسرے حضرات اس بات پر مصر ہیں کہ نہیں ہر مرنے والے کی روح اسی دنیاوی جسم میں لوٹا دی جاتی ہے اور یہی جسم قبر میں پھر زندہ ہو جاتا ہے اور برابر زندہ رہتا ہے۔ اگر کہا جائے کہ مُردہ کا جسم ریزہ ریزہ ہو جائے یا آگ اسے جلا کر خاکستر کر دے تو دونوں کانوں کے درمیان گُرز کیسے مارا جائے گا اور عذاب اور نعیم کا دور کس پر اور کس طرح گذرے گا تو اللہ کی قدرت اور اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ کا سہارا لیا جاتا

ہے۔سبحان اللہ۔اللہ کی قدرت سے کس کو انکار ہے لیکن قدرت کے ساتھ ساتھ اللہ کی ایک نہ بدلنے والی سنت بھی تو ہے۔اُس کو نظر انداز کر دینا بھی تو اچھا نہیں۔

ان سارے دلائل کے باوجود اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں حیات کا اثبات کرنے والی صریح روایتیں مذہب جعفریہ میں ضرور موجود ہیں اور عجب نہیں کہ وہیں سے آ کر یہ احادیث کی کتابوں میں بار پا گئی ہوں۔مثلاً یہ روایت:

﴿ باب ﴾

✡(النهي عن الاشراف على قبر النبي صلى الله عليه وآله)✡

١ـ عدَّةٌ من أصحابنا ، عن أحمد بن محمّد البرقيّ ، عن جعفر بن المثنّى الخطيب قال: كنت بالمدينة وسقف المسجد الّذي يشرف على القبر قد سقط والفعلة يصعدون وينزلون ونحن جماعة، فقلت لأصحابنا من منكم له موعدٌ يدخل على أبي عبدالله عليه السلام الّليلة ؟ فقال مهران بن أبي نصر أنا وقال إسماعيل بن عمّار الصيرفي أنا، فقلنا لهما: سلاهُ لنا عن الصعود لنشرف على قبر النبيّ صلى الله عليه وآله ، فلمّا كان من الغد لقيناهما ، فاجتمعنا جميعاً ، فقال إسماعيل: قد سألناه لكم عمّا ذكرتم، فقال: ما أُحبُّ لأحدٍ منهم أن يعلو فوقه ولا آمنه أن يرى شيئاً يذهب منه بصره أو يراه قائماً يصلّي أو يراه مع بعض أزواجه صلى الله عليه وآله (١)

(فوٹو: صفحہ ۴۵۲ کتاب الحجّة ،جلد ۱، اُصول کافی ،مصنفہ کلینی)

(باب)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کی قبر کے اُوپر چڑھ کر جھانکنے سے منع کیا جانا۔

جعفر بن المثنیٰ الخطیب فرماتے ہیں کہ میں مدینہ میں تھا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے اوپر والی چھت گر گئی۔ چھت پر کام کرنے والے چڑھ اُتر رہے تھے اور ہم لوگوں کی ایک جماعت وہاں موجود تھی پس میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ کون ہے جو آج رات ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام کے پاس جائے گا۔مہران بن ابی نصر نے کہا کہ میں اور اسماعیل بن عمار الصیر فی نے کہا کہ میں۔پس ہم لوگوں نے اِن دونوں سے کہا کہ آپ اُن (امام جعفر صادق) سے دریافت کیجیے کہ ہمارے لئے اوپر چڑھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر جھانکنا کیسا ہے۔دوسرے روز جب ہم لوگوں نے ان دو حضرات سے ملاقات کی اور ان کے ساتھ جماعت کی شکل میں مل بیٹھے تو اسماعیل نے کہا ہم نے حضرت سے اس بات کے بارے میں پوچھ لیا جس کا آپ لوگوں نے ذکر کیا تھا۔امام نے ارشاد فرمایا کہ میں پسند نہیں کرتا کہ اُن لوگوں میں سے کوئی اوپر چڑھے اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں ایسی چیز پر اُن کی نظر نہ پڑجائے جو اُس کی آنکھوں کو اندھا کردے۔ہوسکتا ہے کہ وہ آپ کو کھڑے ہوئے نماز پڑھتے دیکھے یا آپ کو اپنی بعض ازواج کے ساتھ پائے۔

(ترجمہ روایت صفحہ ۴۵۲ کتاب الحجّة جلد ۱، اُصول کافی مصنفہ کلینی)

''حـرّم الله على الارض '' کی اس روایت میں جس کو امام بخاری منکر گردانتے ہیں ایک بات اور بھی ہے اور وہ یہ کہ ''درود'' کے اعمال جمعہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کئے جاتے ہیں۔ اس کے بارے میں بھی یہی گروہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر میں زندہ نہیں مانتا کہتا ہے کہ قرآن میں تو ہر جگہ ایک ہی بات آئی ہے اور وہ یہ کہ سارے کے سارے اعمال چاہے وہ کسی انداز کے کیوں نہ ہوں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کئے جاتے ہیں اور قرآن نے ہر مقام پر حصر کے ساتھ بغیر کسی استثنا کے اس بات کو بیان کیا ہے:۔

۱۔ سورة هود آية ۱۲۳

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

ترجمہ: آسمانوں اور زمین میں جو بھی کچھ چھپا ہوا ہے وہ سب اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہے اور ہر معاملہ اُسی کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔ پس اے نبیؐ اس کی بندگی کیجئے اور اسی پر بھروسا رکھئے۔ جو کچھ تم کر رہے ہو تیرا رب اس سے بے خبر نہیں۔ (سورۃ ہود، آیت ۱۲۳)

۲۔ سُورة شورىٰ آية ۵۳

اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ﴿۵۳﴾

ترجمہ: خبردار رہو سارے معاملات اللہ ہی کی طرف پلٹتے ہیں۔

۳۔ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۲۱۰﴾

سورة بقرة آية ۲۱۰ ، آل عمران آية ۱۰۹ ، انفال آية ۴۴ ، الحج آية ۷۶ ، الفاطر آية ۴ ، الحديد آية ۵)

ترجمہ: اور صرف اللہ ہی کی طرف سارے معاملات لوٹائے جاتے ہیں۔

عجیب بات ہے کہ سارے اعمال کے پہنچنے کی جگہ تو ذات الٰہی ٹھیرے مگر وہ درود جس کی ابتدا ہی اللہ کی طرف خطاب سے کی جا رہی ہو ''اللّٰهمّ صلّی علیٰ محمّد'' اُس کا رُخ اللہ کے بجائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف موڑ دیا جائے۔ آخر یہ دُعا کا بھٹکاؤ نہیں تو اور کیا ہے۔ بخاری نے اس بات کا بھی تعقب کیا ہے وہ حدیث لاکر ثابت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صلحاء کے حق میں کی جانے والی دُعا اللہ کی بارگاہ میں پیش ہو کر شرفِ قبولیت حاصل کرتی ہے اور اس کا ثواب اللہ کے ہر صالح بندے کو چاہے وہ آسمان میں ہو یا زمین پہنچ کے رہتا ہے۔

بَابُ التشهد فی الاخرۃ حدثنا ابو نعیم قال حدثنا الاعمش عن شقیق بن سلمۃ قال قال عبد اللہ کنا اذا صلینا خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم قلنا السلام علی جبرئیل و میکائیل السلام علی فلان و فلان فالتفت الینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان اللہ ھو السلام فاذا صلی احدکم فلیقل التحیات للہ والصلوات و الطیبات السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین فانکم اذا قلتموھا اصابت کل عبد للہ صالح فی السماء والارض اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ (فوٹو)

ترجمہ:۔۔۔۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تو کہا کرتے تھے کہ جبرئیل و میکائیل پر سلام ۔فلاں اور فلاں پر سلام ۔ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف رخ کیا اور فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی سلامتی دینے والا ہے ۔اس لئے تم میں سے جو کوئی بھی نماز پڑھے وہ کہے کہ ساری زبانی عبادتیں، ساری بدنی اور مالی عبادتیں صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں ۔اللہ کی سلامتی ہو آپ پر اے نبی اور اُس کی برکات اور رحمتیں آپ پر برسیں ۔اللہ کی سلامتی ہو جو ہم پر اور سارے نیکو کاروں پر ۔پس جب تم یہ کہو گے تو یہ کلمہ ہر صالح بندے کو پہنچ جائے گا چاہے وہ آسمان میں ہو یا زمین میں ۔پھر اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ کہے۔

(ترجمہ عبارت صفحہ ۱۱۵ بخاری جلد ا ، مطبوعہ دہلی)

اس طرح سے بخاری نے بتا دیا کہ درود وسلام کی دُعائیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر براہِ راست پیش نہیں کی جاتیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوتی ہیں اور اُس کا ثواب و نفع سب کو پہنچ جاتا ہے ۔یہی مطلب ہے اُس عبارت کا جس میں درود کا پہنچنا آیا ہے۔

امام مسلم حدیث لائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیر و جمعرات کو دُنیا والوں کے سارے اعمال پیش کئے جاتے ہیں اور حیات فی القبر کے ماننے والے حضرات اعمال کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کئے جانے کا دن جمعہ بتلاتے ہیں ۔اگر اعمال کے پیش کئے جانے کا مقام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے علاوہ کوئی اور جگہ بتائی جائے تو قرآن اور حدیث کے لحاظ سے کیا یہ ظلم عظیم نہ ٹھیرے گا ۔کیا قرآن کی محکم آیات اور صحیح احادیث کے مقابلہ میں ایک منکر روایت کے ذریعہ حیات فی القبر اور عرضِ اعمال کے عقیدہ کا اثبات ایک عجیب بات نہیں ؟ امام بخاری کے ہم عقیدہ اس گروہ کے مقابلہ میں امام احمد اور ابن تیمیہ کے عقائد کو صحیح ماننے والا گروہ کہتا ہے کہ اس دنیاوی قبر میں حیات ، سماع اور عرض اعمال کے ثبوت میں ہمارے پاس صرف یہی ایک روایت نہیں ہے، ہمارے حق میں بہت سی دلیلوں میں سے ایک دلیل یہ روایت بھی تو ہے:۔

حتى ينتهوا بها الى السماء الدنيا فيستفتحون له فيفتح
لهم فيشيعه من كل سماء مقربوها الى السماء التي تليها حتى ينتهى به الى السماء السابعة فيقول الله
عز وجل اكتبوا كتاب عبدى فى عليين وأعيدوه الى الارض فانى منها خلقتهم وفيها اعيدهم ومنها اخرجهم
تارة اخرى قال فتعاد روحه فى جسده فياتيه ملكان فيجلسانه فيقولان له من ربك فيقول ربى الله فيقولان
له ما دينك فيقول دينى الاسلام فيقولان له ما هذا الرجل الذى بعث فيكم فيقول هو رسول الله صلى الله
عليه وسلم فيقولان له وما علمك فيقول قرأت كتاب الله فآمنت به وصدقت فينادى مناد فى السماء ان صدق
عبدى فافرشوه من الجنة وألبسوه من الجنة وافتحوا له بابا الى الجنة

(فوٹو: مسند احمد صفحہ ۲۸۷ الجلد ۴)

ترجمہ: (مومن کی رُوح نکال کر فرشتے آسمان کی طرف جاتے ہیں) یہاں تک کہ جب آسمان دُنیا تک پہنچتے ہیں تو اس روح کے لئے دروازے کھلواتے ہیں جو کھول دیئے جاتے ہیں اور ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک اس آسمان کے مقرب فرشتے اس روح کے جلوس کے ساتھ جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ رُوح ساتویں آسمان تک پہنچ جاتی ہے اور اللہ عزّ وجل فرماتا ہے کہ میرے اس بندہ کے اعمال نامہ کو علّیّین میں لکھ دو اور اس کو واپس زمین کی طرف لوٹا دو کیونکہ اُس کو میں نے مٹی سے پیدا کیا ہے۔ مٹی میں لوٹاؤں گا اور پھر مٹی ہی سے اُس کو دوسری بار پیدا کروں گا۔ پس اُس کی روح اُس کے جسد میں لوٹا دی جاتی ہے۔ اور دو فرشتے آتے ہیں اور اُس کو بٹھا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے وہ کہتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے وہ جواب دیتا ہے کہ اسلام۔ پھر وہ دونوں اس سے پوچھتے ہیں کہ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو جو تمہارے درمیان بھیجا گیا تھا وہ جواب دیتا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ دونوں فرشتے کہتے ہیں کہ تم نے کیسے جانا۔ جواب دیتا ہے کہ میں نے اللہ کی کتاب کو پڑھا اور اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔ اس وقت آسمان سے ندا آتی ہے کہ میرے بندہ نے سچ کہا اس کے لئے جنت کے فرش بچھا دو، اور جنت کے لباس اس کو پہنا دو، اور جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دو۔

(ترجمہ روایت صفحہ ۲۸۷، جلد ۴، مسند احمد بن حنبل)

اس روایت کے بارے میں اِمام بخاری کا ہم عقیدہ گروہ کہتا ہے کہ یہ روایت موضوع (گھڑی ہوئی) ہے اس کی کوئی اصل نہیں، اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ قرآن کے صریح ارشادات سے ٹکراتی ہے۔ قرآن تو فرماتا ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ﴿١٢﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿١٣﴾
ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ
لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴿١٤﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ﴿١٥﴾
ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ﴿١٦﴾

(سورۃ المومنون، آیات ۱۲ الی ۱۶)

ترجمہ: ہم نے انسانوں کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا پھر ہم نے اُس کو ایک بوند کی شکل میں محفوظ ٹھکانے میں رکھا۔ پھر اُس بوند کو جمے ہوئے خون کی پھٹکی ہم نے بنایا۔ اور اس پھٹکی کو گوشت کے لوتھڑے میں ہم نے تبدیل کیا۔ پھر اس لوتھڑے کو ہڈیوں کی شکل عطا کر کے ہم نے اِن ہڈیوں کو گوشت کا جامہ پہنایا اور آخر کار ہم نے اس کو ایک بالکل دوسری مخلوق کی شکل میں وجود بخشا۔ پس بڑا ہی بابرکت ہے اللہ سب کاریگروں سے اچھا کاریگر۔ **پھر اس (زندگی) کے بعد تمہیں موت آ کے رہے گی اور اس کے بعد قیامت کے دن تم پھر اُٹھائے جاؤ گے۔**

(ترجمہ: سورۃ المومنون، آیات ۱۲ تا ۱۶)

معلوم ہوا کہ ہر مرنے والے کو قیامت کے دن اُٹھایا جائے گا پھر قیامت سے پہلے مرنے والا اس قبر کے اندر کیسے زندہ ہو گیا۔

دراصل قبر میں مردہ کے جسم میں رُوح کے لوٹائے جانے کی روایت شریعت جعفریہ کی روایت ہے جو اس روایت کے راوی زاذان (شیعہ) نے وہاں سے لیکر براء بن عازبؓ سے منسوب کر دی ہے اس کی سند دیکھئے تو اس کے اندر ضعفاء، مجروحین، متروکین اور شیعہ ملیں گے۔

حدثنا عبد اللہ حدثنی أبی ثنا أبو معاویہ قال ثنا الاعمش عن منہال بن عمرو عن زاذان عن البراء بن عازب

(فوٹو: مسند احمد صفحہ ۲۸۷ الجلد ۴)

اس روایت کا راوی منہال بن عمرو اور اس پر جرح

امام رازی اپنی کتاب الجرح والتعدیل میں لکھتے ہیں:-

۱۔ شعبہ نے منہال بن عمرو کو عمداً ترک کر دیا۔ ابو محمد کہتے ہیں اس لئے کہ انہوں نے اُن کے گھر سے گانے کی آواز سنی۔ (الجرح والتعدیل صفحہ ۳۵۷ جلد ۴ قسم ۱)

۲۔ الذہبی اپنی کتاب میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں کہ حاکم کا کہنا ہے کہ منہال کی حیثیت یحییٰ بن سعید گراتے تھے۔ الجوزجانی نے اپنی کتاب ''الضعفاء'' میں لکھا ہے کہ وہ بدمذہب تھا۔

اسی طرح ابن حزم نے اُس کی تضعیف کی ہے اور اُس کی (اِسی) قبر کی آزمائش اور سوال و جواب والی روایت کو ناقابل احتجاج ٹھہرایا ہے۔ (میزان الاعتدال صفحہ ۱۹۲ جلد ۴ مطبوعہ عیسیٰ البابی الحلبی)

تہذیب التہذیب | ابن معین منہال کی شان کو گراتے تھے۔ الجوزجانی نے کہا کہ وہ بدمذہب ہے ہر چند کہ اس کی روایتیں بہت پھیل گئی ہیں۔ حاکم کہتے ہیں کہ یحییٰ القطان اس کی شان گراتے تھے۔ ابوالحسن بن القطان

نے کہا کہ ابومحمد بن حزم اُس کوضعیف گردانتے تھے اور اُس کی اس روایت کو جو وہ براء بن عازبؓ تک پہنچاتا تھا رَد کرتے تھے۔ (تہذیب التہذیب، جلد۱۰صفحہ۳۲۰)

منہال بن عمرو کے اُستاد زاذان پر جرح شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے الحکم سے کہا کہ آپ زاذان سے کیوں روایت نہیں لیتے ۔انہوں نے کہا کہ وہ باتیں بہت کرتا ہے اس لئے ۔ابن حبان نے کہا کہ ''کان یخطئی کثیرا'' بہت غلطیاں کرتا تھا۔(تہذیب التہذیب صفحہ۳۰۳ جلد۳) ابواحمد الحاکم کہتے ہیں کہ اہل علم کے نزدیک وہ مضبوط نہیں ہے۔ سلمہ بن کہیل نے کہا کہ ابوالبختری کو میں اُس سے اچھا سمجھتا ہوں۔

(میزان الاعتدال صفحہ ۶۳، جلد۲)

تقریب التہذیب فیه شیعیة۔زاذان میں شیعت ہے۔(تقریب التہذیب صفحہ۱۰۵)

دراصل اسی شیعت کا اظہار اُس نے اِس روایت میں کیا ہے۔شریعت جعفریہ کی سب سے بڑی کتاب ''کافی'' مصنفہ کلینی کی روایت کا مضمون ملاحظہ فرما کر خود فیصلہ فرمائیے۔

۱۲ ـ محمّد بن يحيى ، عن أحمد بن محمّد بن عيسى ، عن الحسين بن سعيد ، عن القاسم ابن محمّد ، عن عليّ بن أبي حمزة ، عن أبي بصير ، عن أبي عبدالله عليه السلام قال : إنّ المؤمن إذا اُخرج من بيته شيّعته الملائكة إلى قبره يزدحمون عليه حتّى إذا انتهى به إلى قبره قالت له الأرض : مرحباً بك و أهلاً أما والله لقد كنت اُحبّ أن يمشي عليّ مثلك لترينّ ما أصنع بك فتوسّع له مدّ بصره ويدخل عليه في قبره ملكا القبر وهما قعيدا القبر منكر ونكير فيلقيان فيه الرّوح إلى حقويه فيقعدانه ويسألانه فيقولان له : من ربّك ؟ فيقول : الله ، فيقولان : ما دينك ؟ فيقول : الإسلام ، فيقولان : ومن نبيّك ؟ فيقول : محمّد صلى الله عليه وآله ، فيقولان : و من إمامك ؟ فيقول : فلان ، قال : فينادي مناد من السّماء : صدق عبدي افرشوا له في قبره من الجنّة وافتحوا له في قبره باباً إلى الجنّة وألبسوه من ثياب الجنّة

(فوٹو: کافی کلینی صفحہ ۲۳۹ جلد۳ ، کتاب الجنائز)

ترجمہ۔۔۔ابوبصیر ابوعبداللہ علیہ السلام (امام جعفر صادق) سے روایت کرتے ہیں کہ امام نے فرمایا کہ جب مومن کی میت اُس کے گھر سے نکالی جاتی ہے تو فرشتوں کا ازدحام ہوجاتا ہے اور وہ اُس کے ساتھ اُس کی قبر تک جاتے ہیں اور جب وہ میت قبر تک پہنچتی ہے تو قبر کی زمین اس کو خوش آمدید کہتی ہے اور گویا ہوتی ہے کہ واللہ مجھے اس بات سے خوشی ہوتی تھی جب تیرا ایسا کوئی مجھ پر چلتا تھا اب تو دیکھے گی کہ میں تیرے ساتھ کیا سلوک کرتی ہوں۔ پھر وہ اس میت کے لئے حدِ نگاہ تک وسیع ہوجاتی ہے اور قبر کے دونوں فرشتے جو قبر پر مقرر ہیں اور منکر اور نکیر کہلاتے ہیں داخل ہوتے

ہیں۔ یہ دونوں اس میت میں حقویہ (دونوں کولھوں) تک رُوح ڈال کر اُس کو بٹھا دیتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے۔ وہ کہتا ہے اللہ۔ پھر سوال کرتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے۔ وہ جواب دیتا ہے۔ اسلام۔ پھر دونوں فرشتے پوچھتے ہیں کہ تیرا نبی کون ہے۔ وہ جواب دیتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر وہ (چوتھا) سوال کرتے ہیں۔ کہ تیرا امام کون ہے۔ وہ کہتا ہے کہ فلاں۔ اب امام جعفر صادق نے فرمایا کہ اس وقت آسمان سے ایک منادی کرنے والا آواز دیتا ہے کہ میرے بندہ نے سچ کہا۔ اس کی قبر میں جنت کے فرش بچھا دو اور جنت کی طرف ایک دراز ہ کھول دو اور اس کو جنت کے لباس سے آراستہ کرو۔۔۔ (ترجمہ روایت صفحہ ۲۳۹ جلد ۳، کافی کلینی۔ کتاب الجنائز)

کتنی عظیم الشان ہے یہ روایت جو بیان کرتی ہے کہ قبر میں دفن ہوتے ہی ہر مردہ زندہ ہو جاتا ہے۔ بیٹھ جاتا، سنتا اور سمجھتا ہے۔ سوالوں کے جواب دیتا ہے۔ اسکے مقابلہ میں امام بخاری حدیث لائے ہیں کہ مردے کا جسم سڑگل جاتا ہے۔ صرف قیامت کے دن دوبارہ بنایا جائے گا اور پھر بارگاہ الٰہی میں اس دنیاوی جسم کے ساتھ حساب وکتاب کے لئے پیش کیا جائے گا۔ اس سے پہلے نہیں۔

بَابُ قَوْلِهٖ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَأْتُوْنَ اَفْوَاجًا زُمَرًا حدثني محمد قال اخبرنا ابو معاوية عن الاعمش عن ابي صالح عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما بين النفختين اربعون قال اربعون يومًا قال ابيتُ قال اربعون شهرًا قال ابيتُ قال اربعون سنة قال ابيتُ قال ثم يُنزِلُ الله من السماء ماءً فينبتون كما ينبت البقل ليس من الانسان شيء الا يبلى الا عظمًا واحدًا وهو عجب الذنب ومنه يركب الخلق يوم القيامة (فوٹو)

ترجمہ: **باب** : (جس دن صور میں پھونک ماری جائیگی تم لوگ فوج درفوج آؤ گے)

۔۔۔ ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صور کی دو[۲] پھونکوں کے درمیان چالیس[۴۰] کا وقفہ ہوگا۔ پوچھنے والے نے کہا چالیس[۴۰] دن کا وقفہ؟ ابو ہریرہؓ نے جواب دیا کہ نہیں کہہ سکتا۔ پھر کہنے والے نے کہا چالیس[۴۰] مہینوں کا وقفہ۔ کہا کہ یہ بھی نہیں کہہ سکتا۔ پوچھنے والے نے پھر کہا کہ کیا چالیس[۴۰] سال کا وقفہ، ابو ہریرہؓ نے جواب دیا کہ یہ بھی نہیں کہہ سکتا، لیکن اس بات کو (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے) کہ اس وقفہ کے بعد اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش برسائے گا اور لوگ اس طرح اُگ پڑیں گے جیسے سبزہ اُگتا ہے۔ انسان کے جسم میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو بربادنہ ہو جائے سوائے ایک ہڈی "عَجبُ الذَنب" کے اور اُسی سے جسم انسانی کو پھر بنایا جائے گا۔

(فتح الباری جلد ۸ صفحہ ۶۸۹ صفحہ ۶۹۰۔ بخاری، صفحہ ۷۳۵، مطبوعہ دہلی)

اب رہا عرض اعمال کا مسئلہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کے پیش کئے جانے کا قائل گروہ اپنی حمایت میں اپنی گذری ہوئی دلیل کے علاوہ ایک اور دلیل لاکر کہتا ہے کہ دُرود ہی نہیں بلکہ نماز کے اندر تشہد